# خطبہ جمعہ

# خلافت رابعہ کے دور کے بعض مزید شہداء کا تذکرہ

خطبہ جمعہ ارشاد فرمودہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز۔
فرمودہ ۱۶؍جولائی ۱۹۹۹ء بمطابق ۱۶؍وفا ۱۳۷۸ ہجری شمسی بمقام مسجد فضل لندن (برطانیہ) بمقام مسجد فضل لندن (برطانیہ)

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأشهد أن محمداً عبده و رسوله–

أما بعد فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم– بسم الله الرحمٰن الرحيم –

الحمدلله رب العٰلمين – الرحمٰن الرحيم – مٰلك يوم الدين – إياك نعبد و إياك نستعين –

اهدنا الصراط المستقيم – صراط الذين أنعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين–

﴿يٰاَيُّهَاالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ . اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ. وَلَا تَقُوْلُوا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ . بَلْ اَحْيَاءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ﴾۔

(سورۃ البقرہ آیات ۱۵۴ تا ۱۵۵)

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ سے مدد طلب کرتے رہو صبر اور صلوٰۃ کے ساتھ۔ یقیناً اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ اور جو اللہ کی راہ میں قتل کئے جائیں ان کو مردے نہ کہو بلکہ وہ تو زندہ ہیں لیکن تم شعور نہیں رکھتے۔

میری کوشش تو یہی تھی کہ تمام شہداء کا ذکر اس خطبے میں مکمل ہو جائے لیکن اب جو مختلف ذکر بعد میں مل رہے ہیں ان سب کو شامل کرنے کے بعد یہ مضمون اور بھی لمبا ہو گیا ہے اس لئے اس خطبے میں تو غالباً یہ ممکن نہیں ہوگا کہ اس مضمون کو ختم کیا جا سکے لیکن انشاء اللہ آئندہ خطبہ میں جہاں جلسے پر آنے والے مہمانوں اور ان کو رکھنے والے میزبانوں کو ہدایات دی جاتی ہیں اس حصے کو ذرا مختصر کر کے باقی حصہ یہی شہداء کے مضمون کا چلے گا جو انشاء اللہ تعالیٰ پھر جلسہ سے پہلے پہلے اختتام پذیر ہوگا۔

سب سے پہلے **قاضی بشیر احمد صاحب کھوکھر ایڈووکیٹ شیخوپورہ** کی شہادت کا ذکر کرتا ہوں جو ۱۷؍جنوری ۱۹۹۰ء کو ہوئی۔ قاضی بشیر احمد صاحب یکم ستمبر ۱۹۳۰ء کو قاضی کلیم احمد صاحب آف شیخوپورہ کے ہاں پیدا ہوئے۔ ۱۹۷۴ء میں آپ نے وکالت کا امتحان پاس کیا اور پنجاب بار کونسل کے ممبر بن گئے۔ آپ بڑے مخلص اور فدائی احمدی تھے۔ تنگدستی کے باوجود وصیت کے چندہ کی ادائیگی اور جماعتی ذمہ داریاں خوب نبھاتے تھے۔ ۱۹۷۴ء میں مسجد ہنجراں والا کے خطیب اللہ دتہ اور دوسرے مولویوں نے ایک احمدی خاتون کی تدفین کے وقت بہت شور مچایا کہ ایک کافرہ عورت کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہیں ہونے دیں گے۔ مفسدین کی اسی ہنگامہ آرائی کے دوران آپ کسی کام سے گھر سے باہر نکلے تو انہوں نے آپ کو گھیر لیا اور شدید زدوکوب کرنے کے بعد آپ کو ایک تندور میں پھینک دیا۔ مگر عورتوں کے شور مچانے پر کچھ آدمیوں نے آپ کو تندور سے باہر نکال لیا اور آپ اعجازی طور پر بچ گئے بلکہ جولائی ۱۹۸۸ء کے جلسہ سالانہ لندن میں بھی شمولیت کی توفیق پائی۔

مولویوں کی شرارتیں جاری رہیں۔ ۲۰؍اکتوبر ۱۹۸۹ء کو ایک بیرنگ خط میں آپ کو احمدیت نہ چھوڑنے کی صورت میں چک سکندر کا حوالہ دے کر قتل کی دھمکی دی گئی۔ اس خط کے وصول ہونے کے تین ماہ بعد ایک دن شہید مرحوم کچہری بند ہونے کے بعد اپنی سائیکل پر گھر آ رہے تھے کہ کمپنی باغ شیخوپورہ میں داخل ہوتے ہی موٹر سائیکل پر سوار دو اشخاص نے آپ پر چاقوؤں کے متعدد وار کئے اور فرار ہو گئے اور آپ کسی علاج سے پہلے ہی اپنے رب کے حضور حاضر ہو گئے اور شہادت کا رتبہ پالیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ شہادت کے وقت آپ کی عمر ساٹھ سال تھی اور آپ بطور سیکرٹری جائیداد شیخوپورہ کے فرائض سرانجام دے رہے تھے۔ پسماندگان میں آپ نے بیوہ کے علاوہ ایک لڑکا اور چار لڑکیاں یادگار چھوڑیں جو سب کے سب آج کل جرمنی میں آباد ہیں۔ بیٹا نعیم احمد کھوکھر شادی شدہ اور صاحب اولاد ہے۔ بیٹی غزالہ بشیر قاضی عبدالمتین صاحب ایڈووکیٹ حال جرمنی کی بیگم ہیں۔ بیٹی مبارکہ فرحت حمید عباسی کی بیگم ہیں۔ ریحانہ زبیر احمد صاحب سے بیاہی ہوئی ہیں۔ فریدہ بھی شادی شدہ ہیں اور اپنے خاوند ممتاز احمد کے ساتھ جرمنی میں رہتی ہیں۔ گویا کہ تمام پسماندگان خدا تعالیٰ کے فضل و رحم کے ساتھ دینی اور دنیاوی نعمتوں سے متمتع ہیں۔

**ملک محمد دین صاحب شہید ساہیوال**۔ وفات نومبر ۱۹۹۱ء۔ محترم ملک محمد دین صاحب فیض اللہ چک کے ایک نواحی گاؤں کے رہنے والے تھے۔ آپ کے والد کا نام فقیر علی تھا۔ تقسیم ہند کے بعد آپ کا خاندان ساہیوال شہر میں آباد ہوا۔ آپ ۱۹۴۰ء کے لگ بھگ پولیس میں بھرتی ہوئے اور ۱۹۷۶ء کو انسپکٹر پولیس کے عہدے سے ریٹائر ہوئے۔ اکتوبر ۱۹۸۴ء میں سانحہ ساہیوال مسجد کے بعد جن گیارہ بے گناہ افراد کے خلاف جھوٹا مقدمہ قائم کیا گیا ان میں سے ایک آپ بھی تھے۔ آپ کو رات کے وقت دھوکہ کے ساتھ آپ کے گھر سے پولیس نے اس حال میں گرفتار کیا کہ آپ کو جوتا تک پہننے کی مہلت نہ دی اور اس کے بعد سات سال تک آپ ساہیوال اور ملتان کی جیلوں میں اسیر راہ مولا رہے۔

دوران اسیری پیرانہ سال میں آپ نے طرح طرح کی صعوبتیں بڑی خندہ پیشانی اور جذبہ ایمانی کے ساتھ برداشت کیں۔ آپ کو ۱۹۸۵ء میں جب ایک فوجی عدالت کی طرف سے دی گئی پچیس سالہ قید کی سزا سنائی گئی تو آپ نے بے اختیار کہا پچھتر سال تو میری عمر ہو چکی ہے اب پچیس سال مزید کہاں میں قید و بند میں رہوں گا۔ آخر نومبر ۱۹۹۱ء میں سات سال قید و بند کی صعوبتیں جھیلتے ہوئے جیل ہی میں آپ نے اپنی جان جان آفریں کے سپرد کر کے شہادت کا عظیم مرتبہ پالیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم نے دو بیٹے اور چار بیٹیاں یادگار چھوڑی ہیں۔ آپ کے سب بچے شادی شدہ اور صاحب اولاد اور خوش حال ہیں۔

**عزیزہ فیضیہ مہدی صاحبہ**۔ تاریخ وفات ۲۱؍اکتوبر ۱۹۹۳ء۔ مکرمہ عزیزہ فیضیہ مہدی صاحبہ، چوہدری عبدالعزیز صاحب بھامبڑی اور محترمہ ہاجرہ بیگم صاحبہ کی صاحبزادی اور نسیم مہدی صاحب واقف زندگی کی اہلیہ تھیں۔ ان کا وصال وطن سے دوران ایام میں ہوا جب آپ بڑے خلوص کے ساتھ اپنے واقف زندگی خاوند کی طرح وقف کے جذبے سے سرشار ٹورانٹو میں ہمہ وقت خدمت دین میں مگن رہتی تھیں۔ ۱۹۹۳ء میں پہلی بار پتہ چلا کہ آپ اپنے خاوند کو پریشانی سے بچانے کے لئے اپنی سر کی ایک بہت خطرناک تکلیف کو مسلسل چھپا رہی تھیں مگر جب مزید اسے دبانا ممکن نہ رہا تو ڈاکٹری تشخیص سے معلوم ہوا کہ دراصل سر میں کینسر کی رسولی تھی جو اس عرصہ میں اتنی بڑھ چکی تھی کہ کوئی علاج کارگر نہ رہا۔ آخر اسی بیماری سے ۲۱؍اکتوبر ۱۹۹۳ء کو اپنے مولائے حقیقی سے جا ملیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

آپ بہت صابرہ شاکرہ اور خلافت احمدیہ سے اور خلیفہ وقت سے بے حد محبت رکھتی تھیں۔ مرحومہ چونکہ میدان جہاد میں خدا کو پیاری ہوئیں اس لئے ان کے اس نیک انجام کو بلاشبہ شہادت قرار دیا جا سکتا ہے۔ آپ کی یادگار ایک بیٹی اور دو بیٹے ہیں۔ بڑا بیٹا احمد مہدی ٹورانٹو یونیورسٹی میں ہے۔ بیٹی سعدیہ مہدی یارک یونیورسٹی میں زیر تعلیم ہے۔ ۳؍جولائی کو ہفتہ کے روز ان کے والد امیر صاحب کینیڈا نے ان کے نکاح کا اعلان کیا ہے۔ چھوٹا بیٹا فرید مہدی ساتویں میں زیر تعلیم ہے۔

**عبدالرحمان صاحب باجوہ شہید کراچی**۔ تاریخ شہادت ۲۸؍اکتوبر ۱۹۹۴ء۔ آپ مکرم غلام جیلانی صاحب باجوہ اور امتہ الحفیظ صاحبہ کے صاحبزادے تھے۔ آپ کے خاندان کا تعلق چک نمبر 116-L.R. ضلع ساہیوال سے تھا۔ ۱۹۷۲ء میں والدین کے ہمراہ کراچی منتقل ہو گئے۔ جہاں آپ کو ۲۸؍اکتوبر ۱۹۹۴ء کو شہید کر دیا گیا۔

**واقعہ شہادت**:- ۱۹۹۴ء میں کراچی کے علاوہ منظور کالونی میں جماعتی مخالفت کی ایک شدید لہر اٹھی جس میں فضلِ عمر ویلفیئر ڈسپنسری اور احمدی احباب کے گھروں پر حملے کرنے اور انہیں آگ لگانے کے پروگرام ترتیب دیئے گئے جو اکثر اللہ تعالیٰ کے فضل سے ناکام ہوئے۔ ان دنوں آپ بحیثیت سیکرٹری امور عامہ ڈیوٹی دینے والے خدام کی رہنمائی کرنے کے ساتھ ساتھ دن رات کی پرواہ کئے بغیر حالات کو کنٹرول کرنے کی بھرپور کوشش کرتے رہے۔

۲۸؍اکتوبر ۱۹۹۴ء بروز جمعۃ المبارک آپ اپنی ایک ہمشیرہ کے گھر سے موٹر سائیکل پر آ رہے تھے کہ شام پانچ بجے کے قریب دو موٹر سائیکل سواروں نے گلی میں اپنی موٹر سائیکل کھڑی کر کے سامنے سے آپ کا راستہ روک لیا اور آناً فاناً پستول سے آٹھ فائر کئے جس سے آپ موقع پر ہی شہید ہو گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ شہید کی کوئی اولاد نہیں تھی۔ ایک لے پالک بیٹی تھی جو

آپ کی بیوہ مکرمہ سلمیٰ رحمان صاحبہ کے گھر میں پلی ہے۔

**دلشاد حسین کھچی صاحب شہید۔ لاڑکانہ (سندھ)**۔ تاریخ شہادت ۳۱/اکتوبر ۱۹۹۴ء۔ آپ مکرم زُوّار محمد جمن کھچی صاحب کے صاحبزادے تھے۔ بیعت کی توفیق اگرچہ جولائی ۱۹۹۳ء میں ملی۔ قبول احمدیت سے قبل آپ کٹر شیعہ تھے اور آپ کے والد اور چچا وغیرہ شہر کے ایک بہت بڑے امام باڑہ کے متولی تھے۔ آپ نمازوں کی ادائیگی میں بہت باقاعدہ تھے۔ ڈش انٹینا اپنے گھر میں لگوایا جہاں غیر از جماعت احباب کو لاتے اور ان کو جماعت کے پروگرام دکھاتے تھے۔ مساجد اور امام باڑوں کے مولوی ان کے پاس آتے اور ان کو مرتد کرنے کی کوشش کرتے رہے مگر بری طرح ناکام رہے۔ اس دوران اندر ہی اندر آپ کے خلاف سازشیں پلتی رہیں یہاں تک کہ ۳۱/اکتوبر ۱۹۹۴ء کو جبکہ آپ اپنی دوکان سے واپس گھر آرہے تھے آپ کو گولی مار کر شہید کر دیا گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آپ اپنے خاندان میں اکیلے احمدی تھے۔ اپنے پیچھے بیوہ کے علاوہ ایک بچی چھوڑی۔

**سلیم احمد صاحب پال شہید۔ کراچی**۔ آپ مکرم خدا بخش صاحب پال اور محترمہ سلیمہ بی بی صاحبہ کے ہاں ڈسکہ کلاں ضلع سیالکوٹ میں پیدا ہوئے۔ بعد ازاں پہلے ربوہ اور پھر کراچی منتقل ہوگئے۔ بوقت شہادت کراچی ہی میں آباد تھے۔

**واقعہ شہادت**:۔ منظور کالونی کراچی میں شہید ہونے والوں عبدالرحمان باجوہ صاحب کے بعد آپ کا دوسرا نمبر ہے۔ باجوہ صاحب کی شہادت کے چودہ دن بعد ۱۰/نومبر ۱۹۹۴ء کو محترم سلیم احمد صاحب پال جب رات کو اپنی دکان بند کر کے گھر کی طرف جا رہے تھے تو دکان سے تین گلیاں آگے دو موٹر سائیکل سواروں نے آپ پر اندھا دھند فائرنگ کر کے آپ کو موقع پر ہی شہید کر دیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون.

شہید مرحوم نے اہلیہ محترمہ رفیعہ بیگم صاحبہ کے علاوہ پانچ بیٹے اور تین بیٹیاں یادگار چھوڑے ہیں۔ بڑے بیٹے وسیم احمد پال کے علاوہ سب بچے ابھی غیر شادی شدہ ہیں۔ ان کے چھوٹے بھائیوں اور بہنوں کے جو نام معلوم ہو سکے ہیں وہ یہ ہیں۔ تنویر احمد پال، ندیم احمد پال، کلیم احمد پال، شمائلہ تسنیم، صوبیہ نورین، گلشین نورین۔

**انور حسین ابڑو صاحب شہید۔ انور آباد (لاڑکانہ)**۔ ۱۹/دسمبر ۱۹۹۴ء۔ آپ مولوی محمد انور صاحب ابڑو اور محترمہ جنت خاتون صاحبہ کے صاحبزادے تھے۔ آپ کا تعلق ایک ایسے معروف علمی گھرانہ سے تھا جس کو سندھ کے اس علاقہ میں تعلیم پھیلانے کی وجہ سے بہت شہرت ملی۔ اسی لئے آپ کے گھرانے کو استاد گھرانہ کہہ کر تعظیم دی جاتی تھی۔ آپ کے دادا محترم مولوی عبدالرؤوف صاحب ابڑو نے ۱۹۴۲ء میں اپنی اولاد، عزیز و اقارب اور شاگردوں سمیت بیعت کر کے سلسلہ عالیہ احمدیہ میں داخل ہوئے۔ ایک استاد کے علاوہ ابڑو خاندان کے آپ بڑے پکدار بھی تھے۔ ان کی یہ ایک سندھی اصطلاح ہے۔ پکدار بڑے رئیس کو کہا جاتا ہے۔ ان کی وفات 1948ء میں ہوئی۔ اُن کی وفات کے بعد مکرم مولوی محمد انور صاحب ابڑو نے اپنے بھائیوں، عزیزو اقارب اور شاگردوں کے ساتھ مل کر تمام مخالفتوں کا بھرپور استقامت کے ساتھ مقابلہ کیا۔

۱۹/دسمبر ۱۹۹۴ء کو شام کے قریباً ساڑھے پانچ بجے ایک سفید رنگ کی کار میں رینجرز کی وردی میں ملبوس سات افراد انور آباد آئے جن میں سے ایک کے پاس لائٹ مشین گن اور چھ کے پاس کلاشنکوف رائفلیں تھیں۔ ان میں سے تین نے گوٹھ میں مختلف جگہوں پر پوزیشن سنبھال لیں اور باقی چار مولوی محمد احمد صاحب ابڑو کے مکان میں گھس گئے۔ وہاں موجود عورتوں سے کہا کہ ہم کرنل صاحب کے حکم سے خطرناک ڈاکوؤں کی تلاش میں آئے ہیں۔ خواتین نے کہا کہ یہاں کوئی ڈاکو چھپا ہوا نہیں، آپ بے شک تلاشی لے لیں۔ تلاشی کے دوران انہوں نے مولوی محمد انور صاحب ابڑو کے بارہ میں پوچھا کہ کہاں۔ انہوں نے جواب دیا باہر گئے ہوئے ہیں۔ جب سخت تلاشی کے باوجود کوئی مرد نظر نہ آیا تو ان میں سے دو افراد نے باہر مسجد میں مکرم انور حسین صاحب ابڑو کو جو سنتوں کے بعد نفل ادا کر رہے تھے اور سجدہ میں تھے، اُسی حالت میں اٹھایا اور کہا کہ تمہیں کرنل صاحب نے بلایا ہے۔ ان کے علاوہ ڈاکوؤں نے مسجد سے ہی ظہور احمد صاحب ابڑو اور مکرم ناصر احمد صاحب ابڑو کو بھی پکڑا اور تینوں کو گھر لے آئے۔ عطاء المومن ابڑو پہلے ہی اُن کے قبضہ میں تھے۔ اس کے بعد وہ مردوں کو ایک لائن میں کھڑا کر کے کہنے لگے کہ کلمہ سناؤ۔ جب سب نے کلمہ پڑھا تو ملانوں کے بھیجے ہوئے یہ بدقماش مغلظات بکنے لگے کہ تم مسلمان نہیں کچھ اور ہو۔ یہ تمہارا کلمہ نہیں تم صرف ظاہراً یہ کلمہ پڑھتے ہو۔

مکرم انور حسین صاحب ابڑو اور ان کے بیٹے ظہور پر تشدد کرتے رہے اور کہتے رہے کہ تم اپنے مرشد کو گالیاں دو جس پر انہوں نے انکار کیا تو شہید کی گردن کے ساتھ بندوق کی نالی لگا کر کہا کہ گالیاں دو ورنہ تمہیں ماریں گے۔ شہید مرحوم اگرچہ طبعی طور پر کمزور تھے مگر آدھ گھنٹے تک ان درندوں کے سامنے عظیم الشان استقامت کا مظاہرہ کرتے رہے اور کسی ایک لمحہ کے لئے بھی ایمان نہ ڈگمگایا۔ اس عرصہ میں ان کی خواتین نے بھی بڑی بہادری کا ثبوت دیا۔ کسی عورت نے ان کی منتیں نہیں کیں، واسطہ نہیں ڈالا اور سندھی دستور کے مطابق قدموں میں دوپٹہ نہیں ڈالا۔ اس کے بعد یہ غنڈے انہیں مارتے ہوئے باہر لے گئے اور گاؤں کے لوگوں کو مخاطب ہو کر کہا کہ آج اسلام اور قادیانیت کا مقابلہ ہے۔ دیکھو ہم انہیں کیسے مارتے ہیں اور چاروں کو گاؤں کے باہر موجود کنوے پر لے آئے۔ پھر ناصر احمد ابڑو کو کہا کہ تم ایک طرف ہو جاؤ۔ اس کے بعد مکرم ظہور احمد ابڑو ابن انور حسین صاحب ابڑو پر فائر کیا جو کہ نہر کے کنارے پر کھڑے ہوئے تھے۔ فائر لگتے ہی وہ پھسلے اور نہر میں گر گئے۔ ایک گولی ان کے دائیں کندھے میں لگ کر بائیں طرف سے سوراخ کرتی ہوئی نکل گئی۔ اس کے بعد مکرم انور حسین صاحب ابڑو پر گولیاں برسائیں۔ ایک گولی ان کے سر پر لگی۔

شرپسندوں کے بھاگ جانے کے بعد فوراً دونوں باپ بیٹوں کو ایک ٹیکسی میں وارہ لے جایا گیا مگر مکرم انور حسین صاحب نے راستہ ہی میں دم توڑ دیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ ان کا بیٹا ظہور احمد بچ گیا جو آجکل اپنے بیوی بچوں کے ساتھ آسٹریلیا میں آباد ہے۔ مرحوم نے چار بیٹیاں اور پانچ بیٹے پسماندگان میں چھوڑے۔ ظہور احمد کے علاوہ باقی بچے اللہ کے فضل سے اپنی زمینوں پر آباد ہیں اور مخالفین کی خطرناک سازشوں کے باوجود خدا تعالیٰ کے فضل کے ساتھ ڈٹے ہوئے ہیں۔

شہادت **چودھری ریاض احمد صاحب شہید۔ شب قدر (مردان)**۔

۹/اپریل ۱۹۹۵ء۔ مکرم چودھری ریاض صاحب جولائی 1947ء میں ضلع لدھیانہ کی تحصیل جگراؤں کے ایک گاؤں ملہہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد چودھری کمال الدین صاحب خود احمدی ہوئے اور قیام پاکستان کے بعد مردان میں رہائش اختیار کی۔ چودھری ریاض احمد صاحب نے مردان میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد وہیں کاروبار شروع کیا۔ آپ نے بسلسلہ روزگار قریباً چھ سال ابو ظہبی میں بھی قیام کیا جہاں سے آپ کو احمدی ہونے کی وجہ سے نکال دیا گیا۔ آپ اکثر خواہش کیا کرتے تھے کہ کاش مجھے بھی صاحبزادہ عبداللطیف کی طرح شہادت کی توفیق ملے۔ چنانچہ بارہا ان کو احمدیت کی خاطر تکلیفیں پہنچیں۔ مردان میں ان پر چھری سے وار کیا گیا۔ ۱۹۷۴ء میں سرگودہا ریلوے سٹیشن پر جن کو گولیاں لگیں ان میں یہ بھی شامل تھے اور جب انہیں گولی لگی تو فرمایا یہ تو ابھی آغاز ہے۔ گویا اسی وقت سے شہادت کی خواہش تھی اور جب تک زندہ رہے اسی نیت کے ساتھ زندہ رہے۔

ریاض شہید کے خسر محترم ڈاکٹر رشید احمد خان صاحب کی تبلیغ سے شب قدر مردان کے مکرم دولت خان صاحب کو احمدیت میں داخل ہونے کی توفیق ملی۔ وہ چونکہ ایک طاقتور پٹھان خاندان سے تعلق رکھتے تھے اس لئے ان کے احمدی ہونے پر وہاں بڑا سخت ردّ عمل ہوا اور تمام علاقے میں ان کے متعلق قتل کے فتوے جاری ہونا شروع ہوگئے۔ دولت خان صاحب کے بھائیوں میں سے ایک بھائی سخت متشدد اور مخالفت میں پیش پیش تھا۔ اس نے افغانستان سے آئے ہوئے ایک ملاں سے ان کے قتل کا فتویٰ لیا مگر وہ پھر بھی وہاں رہتے رہے۔ آخر پولیس نے نقصِ امن کی دفعہ لگا کر ان کو جیل میں ڈال دیا۔

۹/اپریل ۱۹۹۵ء کی صبح جب رشید احمد صاحب اور ریاض احمد صاحب ان کی ضمانت کے لئے شب قدر گئے تو وہاں پانچ ہزار عوام کا ایک مشتعل ہجوم اکٹھا کیا جا چکا تھا اور ملاں فضل ربی بڑے زور کے ساتھ سنگسار کرنے کی تعلیم دے رہا تھا۔ چنانچہ عین احاطہ عدالت میں پولیس اور قانون نافذ کرنے والے اداروں کی موجودگی میں سب سے پہلے بڑے زور سے ریاض شہید کی پیشانی پر پتھر مارا گیا اور وہ نیم بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ اسی حالت میں آپ پر مزید سنگ باری کی گئی۔ لیکن آپ مسلسل کلمہ کا ورد کرتے رہے۔ آپ کی آخری آواز بھی یہی تھی لآ اِلٰہ الاّ اللّٰہ محمّد رّسُولُ اللّٰہ۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ بعد ازاں آپ کی نعش کو گھسیٹا گیا اس پر ان درندوں نے ناچ کیا اور یوں ان لوگوں نے اپنا درندہ ہونے کا ثبوت دیا۔ پولیس نے بھی ان کو بچانے کی بجائے ان کی نعش کو ٹھڈے مارے اور کہا کہ ہم بھی ثواب میں شریک ہو جائیں۔ پاکستان کی پولیس کو ثواب کا بس یہی موقع ملتا ہے اس کے سوا ان کو کبھی ثواب کمانے کا موقع نہیں ملا۔

آپ کے خسر پر بھی بہت زیادہ تشدّد کیا گیا یہاں تک کہ تشدّد کرنے والوں نے سمجھا کہ آپ مر چکے ہیں لیکن وہ بچ گئے اور اُن کا اب تک زندہ رہنا اور روزمرہ کے فرائض سرانجام دینا ایک چلتا پھرتا معجزہ ہے۔ ایکسرے اور ڈاکٹری معائنہ کے بعد یہ قطعیت کے ساتھ ثابت ہو چکا ہے کہ آپ کے جسم کے بازوؤں اور ٹانگوں کی ساری ہڈیاں ٹوٹی ہوئی ہیں۔ ایک جگہ سے نہیں کئی کئی جگہ سے بازوؤں کی اور ٹانگوں کی اور ڈاکٹروں کو سمجھ نہیں آتی کہ کیسے یہ شخص چلتا پھرتا ہے۔ یعنی خدا کے فضل سے۔ انہوں نے ہر قسم کا علاج کرانے سے انکار کر دیا ہے اور کہا ہے کہ تادمِ آخر میں اللہ کے فضل کے ساتھ اُس کے اعجاز کے سہارے زندہ رہوں گا۔ اسی جذبہ کے ساتھ اب روزمرہ کے کاروبار میں باقاعدہ حصہ لیتے ہیں۔ اس طرح ریاض شہید کی بھابھی کی یہ رؤیا بھی لفظاً لفظاً پوری ہو گئی

کہ ایک بکری تو ذبح کردی گئی اور ایک چھوڑ دی گئی۔ یہ چھوڑی ہوئی بکری بھی عملاً شہیدوں ہی میں داخل ہے۔ آپ کے پسماندگان میں آپ کی بیوہ کے علاوہ آپ کے دو بیٹے اور دو بیٹیاں ہیں جو زیر تعلیم ہیں اور آجکل بلجیم میں مقیم ہیں۔

**مبارک احمد صاحب شرما شہید۔ شکارپور۔** آپ ۱۹۴۶ء میں مکرم عبدالرشید صاحب شرما کے ہاں پیدا ہوئے۔ ۱۹۵۰ء میں والدین کے ساتھ شکارپور سندھ میں رہائش اختیار کی۔ ڈبل ایم۔اے کے بعد بی۔ایڈ کیا اور محکمہ تعلیم میں ملازم ہوگئے۔ ۱۹۷۴ء میں جب جماعت کی مخالفت زوروں پر تھی تو ایک رات چند دوستوں کی موجودگی میں سول ہسپتال شکارپور کے سامنے آپ پر ڈنڈوں اور کلہاڑیوں سے بڑا سخت حملہ کیا گیا۔ حتیٰ کہ حملہ آور آپ کو مردہ سمجھ کر بھاگ گئے۔ آپ کے سر، ٹانگ اور باقی جسم پر گہرے زخم آئے۔ فوری طور پر سول ہسپتال میں داخل کیا گیا مگر ڈاکٹروں نے احمدی ہونے کی وجہ سے توجہ نہ دی تو آپ کو سکھر ہسپتال لے جایا گیا اور پھر وقفہ وقفہ سے کئی دوسرے شہروں میں بھی علاج کروایا جاتا رہا مگر ٹانگ کے زخم اور دماغی چوٹوں کا شافی علاج نہ ہوسکا۔ آخر آپ انہی تکالیف کے سبب 3 مئی 1995ء کو اس جہان فانی سے رخصت ہوئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ پسماندگان میں بیوہ کے علاوہ ایک بیٹا اور دو بیٹیاں چھوڑیں۔ بیٹا سہیل مبارک احمد شرما اس وقت جامعہ احمدیہ ربوہ میں درجہ ثالثہ کا طالبعلم ہے۔

**محمد صادق صاحب شہید۔ چٹھہ داد ضلع حافظ آباد۔** یوم شہادت ۸/نومبر ۱۹۹۶ء۔ آپ کے خاندان میں جو کٹر اہل حدیث تھا آپ کے والد صاحب سے بھی پہلے آپ کے بڑے بھائی ہدایت اللہ صاحب کو احمدی ہونے کی توفیق ملی۔ محمد صادق صاحب کو جو ابھی احمدی نہیں ہوئے تھے اس کا سخت رنج تھا مگر والد کے احترام میں خاموش رہے۔ مگر جونہی والد کی وفات ہوئی، آپ نے اور دوسرے بھائی عنایت اللہ نے اپنے احمدی بھائی ہدایت اللہ کی زندگی اجیرن کردی۔ ۱۹۷۴ء میں جماعت کے خلاف تحریک زوروں پر تھی اور لوگ کہہ رہے تھے کہ اب ایسی دیوار سی بن گئی ہے کہ آئندہ اس وجہ سے کوئی احمدی نہیں ہوگا جو اس دیوار کو پھلانگ سکے۔ لیکن مخالفین نے یہ اعجاز دیکھا کہ خود محمد صادق صاحب کو مخالفت کی دیوار پھلانگ کر احمدی ہونے کی توفیق ملی اور ہر طرف احمدیت کا پیغام پہنچانے میں ننگی تلوار بن گئے۔ آپ ہی کی تبلیغ سے محمد اشرف صاحب شہید آف جلہن ضلع گوجرانوالہ بھی احمدی ہوئے جن کی قبولِ احمدیت نے جلتی پر تیل کا کام کیا اور محمد صادق صاحب کی مخالفت اور بھی تیز ہوگئی۔ مگر محمد صادق صاحب نے تازندگی تبلیغ جاری رکھی اور خدا کے فضل سے آپ کو پندرہ مزید کٹر اہل حدیث اشخاص کو احمدی مسلمان بنانے کی توفیق ملی۔

اس دوران نومبر ۱۹۹۶ء کو جبکہ آپ جمعہ پر جارہے تھے راستہ میں ایک پُل کے پاس دشمن تاک لگائے بیٹھا تھا۔ جونہی آپ پُل کے پاس پہنچے اُنہوں نے گولیاں برسا کر آپ کو چھلنی کردیا اور وہیں موقعہ پر ہی آپ شہید ہوگئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ پسماندگان میں بیوہ محترمہ آمنہ بی بی صاحبہ کے علاوہ ایک بیٹی اور تین بیٹے چھوڑے۔ بڑے بیٹے مکرم عصمت اللہ صاحب آرمی میں ملازم ہیں اور شادی شدہ ہیں۔ دوسرے بیٹے نعمت اللہ صاحب بھی شادی شدہ ہیں۔ تیسرے بیٹے رضوان احمد صاحب مڈل پاس کرنے کے بعد فارغ ہیں۔ بیٹی نصرت شہزادی صاحبہ ابھی تعلیم حاصل کررہی ہیں اور غیر شادی شدہ ہیں۔

شہادت **چودھری عتیق احمد صاحب باجوہ شہید۔ وہاڑی۔** مکرم چودھری عتیق احمد صاحب باجوہ ۱۹۳۹ء میں فیصل آباد کے ایک گاؤں بہلول پور میں مکرم چودھری بشیر احمد صاحب باجوہ کے ہاں پیدا ہوئے۔ ابھی آپ آٹھ سال کے تھے کہ والد وفات پاگئے اور آپ کی والدہ محترمہ شریفہ بیگم صاحبہ نے بہت محنت اور دعاؤں سے آپ کی پرورش کی۔ شریفہ بیگم صاحبہ بہت نیک اور دعاگو خاتون ہیں اور خدا کے فضل سے ابھی تک زندہ ہیں۔ چودھری عتیق احمد صاحب باجوہ نے ابتدائی تعلیم وہاڑی سے حاصل کی۔ پنجاب یونیورسٹی سے ایل ایل بی کا امتحان پاس کرکے وہاڑی میں وکالت شروع کردی۔ اور ہمیشہ سچ پر مبنی کیس لیا کرتے تھے۔ اوائل جوانی سے ہی آپ مختلف جماعتی عہدوں پر فائز رہے۔ پہلے آپ قائد ضلع، سیکرٹری اصلاح وارشاد اور قریباً نو سال تک امیر ضلع وہاڑی رہے۔ بہت مخلص احمدی اور نڈر داعی الی اللہ تھے۔ چندوں کی ادائیگی اور تمام مالی تحریکات میں آپ کی شمولیت ایک مثالی حیثیت رکھتی تھی۔ آپ اسیر راہ مولیٰ بھی رہے۔ اس دوران آپ اٹھارہ دن ملتان جیل میں قید رہے۔

**واقعہ شہادت:**۔ آپ ۱۹/جون ۱۹۹۷ کو شام پانچ بجے اپنی گاڑی پر زمینوں کی طرف جارہے تھے کہ وہاڑی سے کچھ فاصلہ پر دو موٹر سائیکل سواروں نے آپ پر فائرنگ کردی جس سے آپ اور آپ کا ڈرائیور موقعہ پر ہی دم توڑ گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ بوقت شہادت آپ کی عمر اٹھاون سال تھی۔ پسماندگان میں والدہ کے علاوہ بیوہ ڈاکٹر نسرین عتیق باجوہ صاحبہ اور ایک بیٹی اور تین بیٹے چھوڑے۔ بیٹی خولہ عتیق شادی شدہ ہیں اور راولپنڈی میں آباد ہیں۔ بڑا بیٹا فرید احمد باجوہ آسٹریلیا میں کمپیوٹر کی اعلیٰ تعلیم حاصل کررہا ہے اور دو جڑواں بیٹے نعیم احمد باجوہ اور خلیل احمد باجوہ الیکٹرانک انجینئرنگ کی اعلیٰ تعلیم حاصل کررہے ہیں۔

**ڈاکٹر نذیر احمد صاحب شہید۔ ڈھونیکے (ضلع گوجرانوالہ)۔**

تاریخ شہادت ۲۶/۲۷،/۲۷ اکتوبر ۱۹۹۷ء کی درمیانی رات۔ مکرم ڈاکٹر نذیر احمد صاحب راجوری بھارتی کشمیر کے ایک گاؤں وداستی میں پیدا ہوئے۔ ۱۹۴۷ء میں والدین کے ہمراہ ہجرت کرکے واہ کینٹ آگئے۔ ابتدائی تعلیم پہلے واہ کینٹ اور پھر وزیر آباد میں حاصل کی۔ خدا تعالیٰ نے آپ کو خاص دستِ شفا عطا فرمایا اور سارا علاقہ آپ کی انسانیت دوستی، ہمدردی اور طبی خدمات کا معترف تھا۔ باوجود ایک کم تعلیمیافتہ ڈاکٹر ہونے کے لوگ دور دراز سے آپ کے پاس علاج کے لئے آتے تھے۔ خدمت خلق میں مصروف ہونے کے علاوہ آپ مختلف جماعتی عہدوں پر بھی فائز رہے۔ صف اول کے مالی قربانی کرنے والے تھے۔ اپنے کلینک سے متصل جگہ مسجد کے طور پر جماعت کو دے رکھی تھی۔

**واقعہ شہادت:**۔ ۲۶/ اور ۲۷/ اکتوبر ۱۹۹۷ء کی درمیانی شب محترم ڈاکٹر صاحب کو گھر سے اغواء کیا گیا۔ اور پھر بڑی بیدردی سے قتل کرکے گاؤں کے قریب بہنے والے معروف برساتی نالے "پلکھو" میں پھینک دیا گیا۔ ایک مجرم زمان شاہ کی نشاندہی پر پولیس نے علاقہ کے تین معززین کے ذریعہ نعش برآمد کروائی۔ پسماندگان میں بیوہ محترمہ نسیم بیگم صاحبہ کے علاوہ تین بیٹیاں اور چار بیٹے یادگار چھوڑے۔ بیٹیوں میں سے ایک مکرمہ امۃ النصیر صاحبہ اہلیہ مکرم کمال الدین صاحب کارکن نظارتِ تعلیم ربوہ ہیں۔ دوسری مکرمہ امۃ الحفیظ صاحبہ اہلیہ طارق محمود صاحب چونڈہ میں ہیں۔ تیسری امۃ المحمود صاحبہ ساتویں کلاس میں پڑھتی ہیں اور اپنی بہن امۃ النصیر صاحبہ کے پاس ربوہ میں ہی رہتی ہیں۔ بیٹوں میں سے مکرم نصیر احمد صاحب وزیر آباد میں رہائش پذیر ہیں اور اپنے والد صاحب کا کلینک چلا رہے ہیں۔ مکرم حفیظ احمد صاحب کراچی میں الیکٹرانکس انجینئر ہیں اور مکرم محمود احمد صاحب امریکہ میں رہائش پذیر ہیں۔

**مظفر احمد صاحب شرما شہید۔ شکارپور۔** تاریخ شہادت ۱۲/دسمبر ۱۹۹۷ء۔ امیر جماعت ہائے احمدیہ اضلاع شکارپور، جیکب آباد، سکھر اور گھوٹکی محترم عبدالرشید صاحب شرما کے صاحبزادے تھے۔ بڑے مخلص اور دین کی غیرت رکھنے والے فدائی احمدی تھے۔ دعوت الی اللہ کا بڑا شوق تھا۔ پیشہ کے لحاظ سے وکیل تھے لیکن عملاً وکالت نہیں کی۔ بلکہ اپنے والد کے کاروبار میں ان کی معاونت کرتے رہے۔ بوقت شہادت ضلعی سیکرٹری امور عامہ اور قاضی کی خدمت آپ کے سپرد تھی۔ اس سے پہلے آپ قائد خدام الاحمدیہ ضلع بھی رہے۔ شکارپور پریس کلب کے جنرل سیکرٹری اور بار ایسوسی ایشن کے ممبر بھی تھے۔ اپنے اثر ورسوخ اور خدمتِ خلق کا جذبہ رکھنے کی وجہ سے عوام الناس میں بہت ہردلعزیز تھے۔ سندھ میں پیدا ہوئے اور بڑی روانی سے سندھی بولتے تھے۔ آپ کا خاندان شکارپور میں اکیلا احمدی گھرانہ تھا۔ اس خاندان نے جماعت کی وجہ سے آنے والی جملہ مصیبتوں کا پوری ثابت قدمی کے ساتھ مقابلہ کیا۔

ان کا کارخانہ ایک ظالمانہ حملہ میں مکمل طور پر برباد کردیا گیا۔ دھمکی آمیز خطوط لکھے گئے لیکن ان کے پائے ثبات میں کوئی فرق نہ پڑا۔ اخبارات میں اِن کے بارہ میں انتہائی غلیظ بیانات شائع ہوتے رہے جن میں بیان دینے والوں کے نام بھی درج ہوتے جو انتظامیہ سے بار بار مطالبہ کرتے کہ یہ مرکز سے مرد اور مستورات بلواکر مسلمانوں کو گمراہ کررہے ہیں اس لئے فوری طور پر ان کو یہاں سے نکالا جائے اور اگر ایسا نہ کیا گیا تو ہم خود یہ کام سنبھال لیں گے مگر حکومت نے مخالفین کی ان دھمکیوں سے واقف ہونے کے باوجود کبھی کوئی نوٹس نہ لیا۔

**واقعہ شہادت:**۔ ۱۲/دسمبر ۱۹۹۷ء کو شام پونے آٹھ بجے آپ اپنی بھابی محترمہ غزالہ بیگم صاحبہ بیوہ مبارک احمد صاحب شہید اور ان کی بچیوں کو گاڑی پر سوار کرانے کیلئے ریلوے اسٹیشن جارہے تھے۔ بھابھی اور بچے تانگے پر سوار تھے اور آپ تانگے کے پیچھے موٹر سائیکل پر جارہے تھے کہ سول ہسپتال کے قریب اچانک پیچھے سے ایک موٹر سائیکل سوار آیا اور اس نے آپ پر گولی چلادی۔ گولی لگنے سے آپ زمین پر گر گئے۔ تانگہ سے اتر کر بھابھی نے اٹھایا۔ اس وقت آپ ابھی زندہ تھے، فوری طور پر ہسپتال لے جایا گیا مگر بہت تاخیر ہوچکی تھی اور کوئی کوشش کارگر نہ ہوئی اور آپ نے اپنی جان جان آفریں کے سپرد کردی۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ بوقت شہادت آپ کی عمر ۴۲ سال تھی۔ پسماندگان میں بیوہ مکرمہ فوزیہ بیگم صاحبہ کے علاوہ دو بیٹیاں اور ایک بیٹا یادگار چھوڑے۔ تینوں بچے غزالہ نصرت، ریحانہ عنبر اور عزت احمد نو سے تیرہ سال کی عمروں کے ہیں اور زیر تعلیم ہیں اور والدہ کے ساتھ سویڈن میں رہتے ہیں۔

شہادت **میاں محمد اکبر اقبال صاحب** ۔ تاریخ شہادت ۱۴/، ۱۵/فروری ۱۹۹۸ء کی درمیانی رات۔ آپ کا تعلق لاہور کی میاں فیملی سے تھا۔ آپ حضرت میاں تاج دین صاحب کے پوتے تھے جو کہ لاہور کے نیک مخلص اور دعاگو بزرگ اور میاں معراج دین صاحب اور میاں سراج دین صاحب کے چھوٹے بھائی تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام لاہور آمد کے دوران کبھی کبھی ان کے ہاں آکر قیام فرمایا کرتے تھے۔ ان کے گھر کا نام تھا مبارک منزل دلی دروازہ لاہور۔ میاں محمد اکبر اقبال ۱۵/جنوری ۱۹۲۵ء کو میاں کمال دین صاحب کے ہاں لاہور میں پیدا ہوئے۔ ۱۹۴۵ء میں اپنی زندگی وقف کی۔ ۱۹۴۶ء میں آپ کو جیننگ اینڈ پراسسنگ فیکٹری کنری میں کام کرنے کے لئے بھیجا گیا جہاں آپ نے خوب محنت سے کام کیا اور جنرل مینجر کے عہدے تک ترقی پائی۔

۱۹۹۳ء میں آپ کو یوگنڈا کے ایک شہر جنجہ (Jinja) میں ایک جماعتی فیکٹری میں خدمت کے لئے بھجوایا گیا۔ جہاں آپ شہادت تک خدمات سرانجام دیتے رہے۔ اتنے قابل تھے اور مزدوروں سے ایسا اعلیٰ سلوک تھا کہ بارہا وہاں کوشش کی گئی کہ جس طرح باقی فیکٹریوں میں ہڑتال ہوتی ہے یہاں بھی ہڑتال کروائی جائے مگر مزدوروں نے صاف انکار کر دیا کیونکہ ان کا بہت نیک اثر ان پہ تھا۔

**واقعہ شہادت:** ڈاکو ۸؍فروری ۱۹۹۸ء کی شب آپ کی رہائش گاہ میں نقب لگا کر داخل ہوئے اور آپ پر حملہ کر کے کسی آہنی چیز سے آپ کے سر پر ضربیں لگائیں جن کی وجہ سے آپ شدید زخمی ہو گئے۔ قریب ہی ایک احمدی دوست ناصر احمد صاحب رہتے تھے وہ جب آپ کو نماز فجر کے لئے بلانے آئے تو دیکھا کہ آپ شدید زخمی حالت میں فرش پر گرے پڑے ہیں۔ انہوں نے جماعت کو اور پولیس کو اس وقوعہ کی اطلاع کی۔ آپ کو ضروری کارروائی کے بعد فوراً ہسپتال داخل کروایا گیا مگر زیادہ خون بہہ جانے کی وجہ سے آپ مسلسل بیہوش رہے اور ہر طرح کی طبی امداد دینے کے باوجود جانبر نہ ہو سکے۔ آخر ۱۴؍اور ۱۵؍فروری کی درمیانی شب اپنے مولا کے حضور حاضر ہو گئے انا للہ و انا الیہ راجعون۔ شہید مرحوم کا جنازہ ربوہ لایا گیا اور بہشتی مقبرہ میں تدفین عمل میں آئی۔

پسماندگان میں بیوہ مکرمہ ممتاز صاحبہ کے علاوہ چار بیٹے اور دو بیٹیاں یادگار چھوڑیں۔ مکرم محمد ارشاد اقبال صاحب عزیز آباد کراچی میں زعیم مجلس انصار اللہ ہیں، شادی شدہ اور صاحب اولاد ہیں۔ مکرم مرزا ناصر محمود صاحب مربی سلسلہ لاہور کینٹ بھی شادی شدہ اور صاحب اولاد ہیں۔ مکرم اقبال محمود صاحب ٹیکنیکل ایجوکیشن سندھ میں سرکاری ملازم ہیں اور ماڑی پور مجلس کے ناظم اطفال ہیں۔ مظفر محمود صاحب لاہور میں ذاتی کاروبار کرتے ہیں اور مقامی مجلس کے ناظم عمومی ہیں۔ مکرمہ فاختہ بیگم صاحبہ مکرم خلیل الرحمٰن صاحب مغل راولپنڈی کی اہلیہ ہیں۔ مکرمہ افتخار بیگم صاحبہ اپنے بھائیوں کے ساتھ کراچی میں رہتی ہیں اور عزیز آباد کراچی میں لجنہ کی سیکرٹری ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان کی ساری اولاد دینی اور دنیاوی ہر لحاظ سے صف اول میں ہے اور خدا کے فضل کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے بے شمار انعامات کی شاہد ہے۔

**عزیزم محمد جری اللہ مظفر ۔ کینیا۔** تاریخ وفات ۲۱؍جون ۱۹۹۸ء۔

عزیز جری اللہ ۱۸؍مئی ۱۹۹۳ء کو مکرم مظفر احمد صاحب درانی امیر و مشنری انچارج تنزانیہ کے ہاں ربوہ میں پیدا ہوئے تھے۔ عزیز کے والد جب کینیا میں تھے تو انہوں نے ایک پہاڑی پر اپنی بیٹی کی آمین منعقد کرنے کا پروگرام بنایا جس کے ساتھ ہی ایک برساتی نالہ بہتا تھا۔ وہاں کھیل کود میں مشغول تھے کہ پاؤں پھسلنے کے نتیجہ میں عزیزم محمد جری اللہ مظفر برساتی نالے میں گرا اور تیزپانی کی لپیٹ میں آکر نظروں سے غائب ہو گیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ چونکہ ایک واقف زندگی کا بیٹا وقف کے دوران وطن سے دور ڈوب کر غرق ہوا اس لئے ڈوب کر غرق ہونے والے کو ویسے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے شہید قرار دیا ہے تو یہ شہادت اس رنگ میں ایک دوہری شہادت تھی۔ ایک ہفتہ کی مسلسل تلاش کے بعد آٹھویں روز اس کی لاش مل گئی۔ ۲۹؍جون ۱۹۹۸ء کو احمدیہ مسجد کسومو کینیا میں نماز جنازہ ادا کی گئی اور نیروبی میں احمدیہ قبرستان میں تدفین عمل میں آئی۔

**محمد ایوب اعظم صاحب شہید۔ واہ کینٹ۔** تاریخ شہادت ۷؍جولائی ۱۹۹۸ء۔ آپ محترم شیخ نیاز الدین صاحب (مرحوم) اور محترمہ رشیدہ بیگم صاحبہ (مرحومہ) کے ہاں پیدا ہوئے۔ آپ کے نانا حضرت شیخ عمرالدین صاحب رضی اللہ عنہ، حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہ میں سے تھے۔ والد بعد میں خلافت ثانیہ کے دوران احمدی ہوئے۔ آپ کی شادی محترمہ بشریٰ منہاس صاحبہ بنت مکرم محمد افضل منہاس صاحب ایڈووکیٹ مرحوم (راولپنڈی) کے ساتھ ہوئی۔ آپ ایک مخلص احمدی تھے۔ B.Sc کرنے کے بعد آرڈیننس فیکٹری واہ کینٹ میں بطور چارج مین ملازم ہوئے اور ترقی کر کے فورمین کے عہدہ تک پہنچے۔ بعد ازاں اسسٹنٹ ورکس مینجر مقرر ہوئے لیکن پھر نامعلوم وجوہات کی بناء پر ۱۹۹۱ء میں آپ کو ریٹائر کر دیا گیا۔ نامعلوم سے مراد یہ ہے کہ پتہ ہے جماعت کی دشمنی میں کیا گیا تھا مگر حکومتی ریکارڈ کے مطابق وجوہات نامعلوم ہیں۔ اس کے بعد آپ بسلسلہ ملازمت سعودی عرب چلے گئے۔ ۱۹۹۵ء میں واپس آکر پھر شہادت تک واہ کینٹ میں ہی رہے۔

**واقعہ شہادت:**۔ ۷؍جولائی ۱۹۹۸ء تقریباً ساڑھے آٹھ بجے رات آپ گھر سے نکلے اور محلّہ کی ایک قریبی دکان پر گئے۔ وہاں سے واپس گھر آرہے تھے کہ قاتل اچانک تاریکی سے نکل کر آپ کے سامنے آئے۔ آپ کا نام پوچھا اور یہ بھی پوچھا کہ آپ احمدی ہیں۔ اور ایک اور آدمی کا نام بھی پوچھا کہ آپ کسی نذیر احمدی کو جانتے ہیں تو آپ نے لاعلمی کا اظہار کیا۔ اس کے بعد قاتلوں میں سے ایک نے آپ پر دو فائر کئے اور بھاگ اٹھے۔ آپ پر چونکہ گھر کے قریب ہی فائر کئے گئے تھے اس لئے آپ نے زخمی ہونے کے بعد گھر والوں کو آوازیں دیں جو آپ کی آواز پر فوراً باہر آئے اور زخمی حالت میں آپ کو ہسپتال لے گئے لیکن آپ راستہ ہی میں وفات پا گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ شہید مرحوم نے ایک بیٹا اور تین بیٹیاں پسماندگان میں چھوڑیں۔

شہادت **مکرم ملک نصیر احمد صاحب شہید۔ وہاڑی۔** تاریخ شہادت ۴؍اگست ۱۹۹۸ء۔ آپ کے والد مکرم غلام علی صاحب ۱۹۱۱ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کے ہاتھ پر بیعت کر کے سلسلہ احمدیہ میں داخل ہوئے۔ ملک نصیر احمد صاحب ۱۹۱۳ء میں فیض اللہ چک میں پیدا ہوئے۔ عملی زندگی کا آغاز محکمہ پولیس کی ملازمت سے کیا اور سب انسپکٹر کے عہدہ سے ۱۹۶۷ء میں ریٹائر ہونے کے بعد وہاڑی میں مستقل رہائش اختیار کر لی۔ ایک جیننگ فیکٹری کے مالک ہونے کے ساتھ ساتھ فلپس کمپنی کی ایجنسی بھی آپ کے پاس تھی۔ آپ وہاڑی کی ایک بااثر شخصیت تھے۔ نہایت دبنگ، غریبوں کے ہمدرد اور بڑے مہمان نواز تھے۔ آپ سالہا سال تک جماعت احمدیہ وہاڑی کے سیکرٹری امور عامہ رہے۔ دو دفعہ زعیم اعلیٰ انصار اللہ بنے اور جولائی ۱۹۹۸ء سے صدر کے عہدہ پر فائز تھے۔ بڑے نڈر داعی الی اللہ تھے۔ خلافت سے بے انتہا محبت تھی۔ باجماعت نماز کے بڑے پابند تھے حتیٰ کہ پچاسی سال کی عمر میں بھی آپ کی ہمیشہ یہ کوشش ہوتی کہ ہر نماز بیت الذکر میں ادا کریں۔

۴؍اگست ۱۹۹۸ء کو بیت الذکر میں نماز فجر کی ادائیگی کے لئے، یعنی یہ ان کا جذبہ تھا باجماعت نماز کی ادائیگی کے لئے کہ اس عمر میں موٹر میں بیٹھ کر مسجد پہنچے، صبح پونے چار بجے کار پر روانہ ہوئے تھے۔ ابھی آپ اپنی کار سے اترے ہی تھے کہ حملہ آوروں نے جو پہلے سے گھات لگائے بیٹھے تھے آپ پر فائرنگ کر دی۔ ایک گولی سینے میں لگی جس سے موقعہ پر ہی آپ نے جام شہادت نوش کیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ حملہ آور آپ کی گاڑی لے کر فرار ہو گئے۔ اس وقت ابھی بیت الذکر میں کوئی نمازی نہیں آیا تھا۔ جب نمازی آئے تو انہوں نے آپ کو بیت الذکر کے قریب شہید ہونے کی حالت میں پایا۔ اسی دن آپ کی نعش ربوہ لائی گئی جہاں بعد نماز جنازہ تدفین ہوئی۔ پسماندگان میں آپ نے دو بیٹے اور چار بیٹیاں چھوڑیں۔

مکرم **ماسٹر نذیر احمد صاحب بھگیو شہید۔ نوابشاہ۔** تاریخ شہادت ۱۰؍اکتوبر ۱۹۹۸ء۔ آپ کے پڑنانا حضرت اخوند محمد رمضان صاحب، حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے قدیمی صحابہ میں سے تھے جنہیں ۱۸۹۸ء میں بیعت کی سعادت نصیب ہوئی۔ اس لحاظ سے سندھی خاندانوں میں سے آپ قدیم ترین صحابہ کی اولاد میں سے تھے۔ ماسٹر صاحب تقریباً چوبیس سال نوابشاہ کے قریبی گاؤں میں بطور پرائمری ٹیچر متعیّن رہے۔ آپ بہت نیک، متقی، تہجد گزار بزرگ تھے۔ خاموش طبع، بے لوث خدمت کرنے والے اور مخلص انسان تھے۔ احمدیوں اور غیر احمدیوں میں یکساں ہر دلعزیز تھے۔

ایک عرصہ سے دو تین مولوی ماسٹر صاحب کو دھمکیاں دے رہے تھے کہ یہاں سے چلے جاؤ ورنہ ہم تمہیں نہیں چھوڑیں گے۔ رات کے وقت وہ کبھی کبھی آپ کے گھر میں پتھر بھی پھینکتے تھے۔ ۱۰؍اکتوبر ۱۹۹۸ء کی صبح نماز فجر کی ادائیگی کے بعد جب آپ گھر پر ہی تھے کہ آپ کے دروازہ کی گھنٹی بجی۔ جیسے ہی آپ باہر نکلے تو ایک آدمی نے آپ پر پستول سے فائر کیا۔ اس حملہ سے آپ دروازہ پر ہی گر گئے اور چند لمحوں میں ہی موقعہ پر شہید ہو گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

آپ کے پسماندگان میں بیوہ کے علاوہ چار بیٹے اور تین بیٹیاں ہیں۔ بڑے بیٹے غلام حیدر بھکیو نیشنل ہائی وے میں بڑے عہدہ پر فائز ہیں۔ دوسرے بیٹے حمید احمد بھکیو سندھ سیکرٹریٹ کراچی میں ملازم ہیں اور تیسرے بیٹے سلیم احمد بھکیو لیاقت میڈیکل کالج میں فائنل ایئر کے طالبعلم ہیں۔ چوتھے بیٹے خالد احمد بھکیو سندھ یونیورسٹی میں کامرس کی تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ بیٹیوں میں بڑی بیٹی شادی شدہ ہیں اور باقی دو ابھی غیر شادی شدہ ہیں۔

اب چونکہ وقت ختم ہو گیا ہے جو چند شہداء کا تذکرہ باقی رہتا ہے وہ انشاء اللہ تعالیٰ اگلے خطبہ میں بیان کر دیا جائے گا اور پھر جلسے کے متعلق ہدایات بھی اسی خطبے میں دے دی جائیں گے۔ (حضور انور نے پرائیویٹ سیکرٹری صاحب سے مخاطب ہو کر فرمایا): اس عرصہ میں ہو سکتا ہے کچھ اور بھی مل جائیں اگر مل گئے تو پوچھ کے شامل کر لینا ورنہ یہی ذکر ہے۔ باقی تاریخ احمدیت میں انشاء اللہ چھپتا رہے گا۔